سرخ جنت میں قدم (4)

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

02–26–2013

تاریخ کا مطالعہ اور سیاحت کا جنون ایک عجیب امتزاج ہے۔ جب آپ مطالعہ کی گئی تاریخ کے مقامات میں گھوم رہے ہوں تو تاریخ دماغ کے پردے پر چلتی فلم کی طرح آپ کو صدیوں پیچھے لے جاتی ہے۔ ڈھلتی دوپہر اور صوفیہ میں ٹرام کا مفت سفر، بلغاریہ میں دلچسپ جہاں گردی کا آغاز تھا۔ ٹرام میں ہارن نہیں تھا کیوں کہ ہارن کا شور مغرب کے شہروں میں Noise Pollution کے طور پر لیا جاتا ہے۔ ٹرام کی خاتون ڈرائیور موڑ اور چوراہوں میں آگے آنے والے پیدل سواروں کے لیے ٹرام آہستہ کر رہی تھی اور کبھی کبھی لٹکتی گھنٹی بجا دیتی۔ مجال ہے کہ سڑک پر کہیں میدانِ جنگ برپا ہونے کا اندیشہ پیدا ہوا ہو۔ یکا یک ٹرام صوفیہ کی معروف اور قدیم مسجد، بانیاباشی مسجد کے سامنے آہستہ ہوگئی۔ سرخ جنت میں مسجد! بانیاباشی مسجد، عثمانی دَور کے تاریخ ساز ماہر تعمیرات، معمار سنان آغا نے 1576ء میں تعمیر کی۔ معمار سنان نے سلیمان عالی شان اور مراد دوئم کے دَور میں سلطنت عثمانیہ کے پھیلے ہوئے خطوں میں تین سو سے زائد تعمیرات کر کے تاریخ میں ایک منفرد مقام پایا۔ معمار سنان نے شان دار گنبدوں کی تعمیر میں نئے زاویے طے کیے۔ کہا جاتا ہے کہ برصغیر میں تاج محل بھی سنان معمار کے انہی اصولوں کی روشنی میں تعمیر کیا گیا۔ صوفیہ کی بانیاباشی مسجد کے سامنے ٹرام کا رکنا تھا کہ میرا دل وہیں پر تھم گیا اور میں دعا گو تھا کہ ٹرام چند لمحے رکی رہے۔ ''خدا کو نہ ماننے والوں کی ریاست'' میں میری دعا قبول ہوتی ہوئی نظر آئی اور میری آنکھیں مسجد سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ سرخ اینٹوں سے تعمیر کی گئی مسجد کا پندرہ میٹر کا گنبد اور آسمان کو چھوتا واحد مینار صوفیہ میں عثمانی طرزِ تعمیر کی زندہ و جاوید مثال ہے۔ بانیاباشی، ترک زبان میں بہت زیادہ حمام کے معنی میں آتا ہے۔ مسجد کی تعمیر کا مقام بھی اپنی ہی مثال ہے، جہاں مسجد تعمیر کی گئی وہاں گرم پانی کے چشمے اس کی دیوار کے ساتھ بہتے ہیں اور عثمانیوں کے ذوق کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ یہ صوفیہ میں بسنے والے ساڑھے آٹھ ہزار مسلمانوں کی واحد مسجد ہے۔ ہم نے اپنی ''آزاد دنیا'' میں سنا تھا کہ سرخ جنت میں عبادت گاہوں پر قفل لگا دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ نمازی مسجد سے کیسے نکل رہے ہیں؟

بانیاباشی مسجد کی مرمت اور تزئین کے لیے بلغاریہ کے دوست معمر کرنل قذافی فراخ دلی سے مدد کرتے رہتے تھے۔ البتہ ARAMCO کے تحت چلنے والی ریاست کے حکمرانوں کو سرخ جنت کے دارالحکومتوں میں قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ مسجد سے نمازیوں کی برآمدگی پر حیرانی ہو رہی تھی کہ ٹرام کی ڈرائیور نے ایکسلیریٹر دیا اور ٹرام ایک بار پھر شہر کے اندر بسائے گئے جنگلوں سے گزر رہی تھی اور چند ایک سٹیشنوں کے بعد میں نے خود کو ٹرام میں اکیلا ہی پایا۔ ڈرائیور صاحبہ بلغاری زبان میں مجھ سے مخاطب ہوئیں، جس کے اندر میں نے اپنی انجانی منزل Darvenista (طالب علموں کا شہر) کے لفظ کو پک کر کے ہاں ہاں کہا اور پھر اس نے ٹرام کے ایکسلریٹر پر قدم رکھا تا کہ منزل جلد قریب ہو۔

صوفیہ کی سحر انگیز خاموشی، پیرس کے دنیا کے سب سے بڑے عجائب گھر Musee Le Louvre (لولو فر عجائب گھر) میں رکھی مونالیزا کی پینٹنگ کی مسکراہٹ کی طرح تھی۔ اس خاموشی میں ایک منفرد سحر تھا۔ وہاں لوگ سرمایہ داری نظام کی مار دھاڑ کی ثقافت سے مبرا نظر آئے جس کی ایک جھلک استنبول میں دیکھنے کو مل چکی تھی۔ صوفیہ میں لوگ کسی جلدی یا عجلت میں نہ تھے۔ سرمایہ دار دنیا میں لوگ دولت کے حصول کے لیے جس دوڑ دھوپ میں لگے نظر آتے ہیں، وہ صوفیہ میں دیکھنے کو نہ ملی۔ مطمئن لوگ واقعی کسی جنت کے باسی لگ رہے تھے۔ جب زندگی کے لوازمات، تعلیم، صحت، رہائش، روزگار حتیٰ کہ سالانہ سیاحت کی ذمہ داری بھی ریاست پر ہو تو انسان لوازماتِ زندگی کے حصول کی میراتھن دوڑ میں کیوں شامل ہوں؟ صوفیہ کی خاموشی کا سبب اس کے باسیوں کے قلب میں شامل اطمینان اور امن تھا۔ سرمایہ دار دنیا میں مقابلے کی فضا، انسان کو جیسے ایک دوسرے کے پیچھے چھوڑ دینے کی دوڑ میں ڈال کر سرمایہ داری نظام کے Beneficiaries کا کُل پُرزہ بنا دیتی ہے۔ سرخ جنت کے صوفیہ میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

مجھے اگلے کئی روز صوفیہ اور سارے بلغاریہ میں اپنے سوالات کے جوابات کی جستجو میں صرف کرنے تھے۔ سوالات دو قسم کے تھے، ایک جو ہماری ''آزاد دنیا'' میں ایسے معاشرے کے خواب دیکھنے والوں نے اپنے افکار کے ذریعے اجاگر کیے تھے اور دوسرے وہ سوالات جو ہماری ''آزاد دنیا'' کے دانشوروں، حکمرانوں اور ریاستوں نے مسلط کیے تھے۔ لیکن میں ''آزاد دنیا'' کے دو ممالک کا سفر کر کے یہاں پہنچا تھا، ایک ایران کہ جہاں ولایت فقیہہ کے نام پر چند علما کا سارے عوام پر حتمی فیصلہ سازی کا اختیار تسلیم کر لیا گیا تھا اور دوسرا جمہوریہ ترکیہ جہاں جنرل کنعان ایورن، دنیا میں آزادیوں کی علمبردار ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے پسندیدہ حکمران کے طور پر ہزاروں لوگوں کو قید کر رہا تھا۔ جب کہ اپنی مادرِ وطن پاکستان میں بھی امریکی اشیر باد پر ایک آمر لوگوں کے لب تک سینے پر تلا ہوا تھا۔ یہ تھی ہماری ''آزاد دنیا''! اب مجھے ان سوالوں کے جوابات کی تلاش کا سفر کرنا تھا جو ''آزاد دنیا'' کا ایک باسی ہوتے ہوئے میرے دماغ میں ہر وقت موجزن رہتے تھے۔ ہمارے بڑے بڑے صحافی، ادیب، دانشور اور عقیدوں کے مبلغ تو برطانیہ کے عالمی شہرت یافتہ رہنما ونسٹن چرچل کی گھڑی اصطلاح "Iron Curtain" استعمال کرتے ہوئے ہر وقت یہ کہتے نہ تھکتے تھے کہ ''آہنی دیوار'' کے پیچھے آمریتوں کی جہنم قائم کی گئی ہے۔ مجھے جستجو تھی کہ ''آہنی دیوار'' کے اندر جہنم قائم ہے یا جنت۔ حالاں کہ میں اس میں داخل ہونے سے پہلے جس دنیا سے آیا تھا وہاں لوگوں کو روٹی میسر تھی نہ تعلیم اور نہ ہی سر ڈھانپنے کے لیے چھت ہی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ ''آہنی دیوار'' کے پیچھے ذاتی ملکیت کا نظام قائم نہیں لیکن میں جس ''جنت'' سے آیا تھا وہاں بسنے والے دہقانوں کی 98% اکثریت کے نام یا ملکیت ایک چپہ زمین بھی نہ تھی۔ وہاں تو صرف 2% کی ملکیت کا نظام قائم تھا۔ میں تو اب ایک ایسے شہر میں داخل ہو چکا تھا جہاں یہ تمام لوگ اپنی ملکیت بنے گھروں میں رہ رہے تھے۔ سینکڑوں سوالات اور لاتعداد وسوسے لیے صوفیہ کی نارنجی رنگت والی ٹرام کا واحد مسافر۔ مسکراہٹ کے ساتھ پشتو زبان محسوس ہوتی بلغاری زبان میں میری رہبر ڈرائیور نے کہا، Darvenista۔ اور پھر بریک لگاتے ہوئے اس نے اشارے سے بتایا کہ یہ ہیں تمام طلبا کے ہاسٹلز۔ میں نے بیگ پکڑا اور چھلانگ لگا کر نیچے اترا۔ چاروں طرف نگاہ دوڑائی تو کوئی شخص نظر نہ آیا۔ آخر سب لوگ کہاں ہیں؟ یکا یک ایک ویت نامی طالب علم نے آ کر مجھے دس نمبر بلاک جانے کا راستہ بتایا، جہاں مجھے ایک پاکستانی طالب علم رؤف کے پاس جانا تھا جو میڈیکل کی مفت تعلیم حاصل کرنے یہاں قیام پذیر تھا۔

Darvenista صرف طالب علموں کا شہر جہاں زندگی کے تمام لوازمات موجود تھے۔ تعلیم حاصل کرنے والوں کا شہر۔ ایسے طالبانِ علم جو سرمایہ دار دنیا کے برعکس وہاں بلا معاوضہ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ''آہنی دیواروں'' کے اندر قائم دنیا میں تعلیم اور امن بنیادی عنواناتِ زندگی تھے۔ اسی لیے تو Darvenista میں طالبانِ علم، بندوق اور بم کی دہشت سے پاک فضا میں رہ رہے تھے۔ سرخ جنت میں ایک جملہ بڑا معروف تھا، پُرامن بقائے باہمی اور میں انہی خیالات کے ساتھ سرخ جنت کی طالبانِ علم کی بستی